ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

آہنگ عمل

مصنفہ

حضرت نیرنگ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوا ۱۳۳۷ ۱۹۱۹

آہنگ عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہنگِ عمل

تجھے اے بلبلِ رنگیں نوا سوجھی ہی گانے کی
مگر مجھ کو پڑی ہی فکر تیرے آشیانے کی
یہ تیرے آڑے سیدھے چار تنکے شاخِ گلبن پر
کبھی سے بجلیاں ہیں فکر میں ان کے جلانے کی

کبھی سُوجھا بھی ہی تجکو کہ آبِ رنگِ چمن کیا ہی ؟
کبھی سوچا بھی ہی تو نے ہَوا کیا ہی زمانے کی ؟
یہ گلچیں ۔ باغباں ۔ صیّاد ۔ یہ تیرے کرم فرما
لئے بیٹھے ہیں دل میں حسرتیں تیرے مٹانے کی
سنبھالے لے اپنے پر ترے سب ہمصفیروں نے
ہر اک نے فکر کی ہی اپنے اپنے آشیانے کی
مگر اک تو ہی غافل ہی مآلِ کارِ گلشن سے
ترے حصّے میں آئیں غفلتیں سارے زمانے کی

نہ پھولوں کے وہ تیور ہیں نہ غنچوں کی وہ چتون ہے
خدا جانے کدھر کو اب کشش ہے آب و دانے کی

پرانے برگ و گل سب چھانٹے جائینگے خیاباں سے
لگی ہے باغباں کو دھن نیا گلشن بنانے کی

نئے پودے۔ نئے بوٹے۔ نئے گلبن۔ نئے تختے
نئی شرطیں بنیں گی اب چمن میں آنے جانے کی

قفس بھی دام بھی مقراض بھی بالکل نئے ہونگے
نئی ترکیب ہوگی تجکو پھندے میں پھنسانے کی

یہ حالت ہے تو تجھ سے باغ اب چھوٹے کا چھوٹا ہے
بنیں گی سازِ عبرت حسرتیں تیرے فسانے کی
اگر گلشن میں رہنا ہے۔ بدل لے تو بھی ڈھنگ اپنا
سماعت اب نہیں ہوگی کسی حیلے بہانے کی

نہ بایستے ترا در باغ سازِ آشیاں کردن
چو کردی زندگی باید بحکمِ باغباں کردن

سمجھ لے ہمنفس جو کچھ کہا میں نے اشاروں میں
سنائی ہے تجھے تیری کہانی استعاروں میں

نئی حالت ہی دنیا کی۔ نرالا رنگِ ہستی ہی
نئے گل کھل رہے ہیں گلشنوں میں لالہ زاروں میں
جہاں کل خار و خس تھے وہ جگہ اب صحنِ بستاں ہی
مبدّل ہو گیا ہی صحن بستاں خارزاروں میں
مگر تیری وہی عادت وہی حالت وہی دھن ہی
نہ وہ محفل نہ وہ ساقی مگر تو ہی خماروں میں
جہاں میں جشن برپا ہیں قدومِ عصرِ حاضر کے
مگر تو ہی ابھی عہدِ کہن کے سوگواروں میں

ہر اک کشتِ امل شاداب ہے فیضِ تمدن سے
چمن تیرا ہی کھلایا ہوا ہے ان بہاروں میں

نہ سمجھے آپ بھی جو کوئی وہ سمجھے اپنی خوش فہمی
زمانہ کہہ چکا سب کچھ کنایوں میں اشاروں میں

تری ہستی کو اب آنکھیں ملاتی ہیں تمدن سے
گئے وہ دن کہ دنیا چھوڑ دی اور جا بیٹھے غاروں میں

نئے حالات کو دیکھ اور سنبھل گر زندہ رہنا ہے
نہیں تو خود کو زندہ گاڑنا ہوگا مزاروں میں

غضب ہی آج تیری غفلتیں رُسوائے عالم ہوں
سمجھتے تھے سبھی ہم تجھ کو کل تک ہوشیاروں میں

خدا ہی حافظ و ناصر ہی تیری قوم بیکس کا
شمار اس کا ہی مدت سے حوادث کے شکاروں میں

اگر ہی قوم سے اُلفت تو کچھ کر کے دکھانا تھا
کہ کہنے کو بہت آساں ہی ہونا جاں نثاروں میں

غمِ دیروزہ و دہشت کردہ حیرانِ تمنّا ہا
گرفتہ ہمرہانت منزلِ سامانِ فردا ہا

بچانا ہی اگر منظور تم کو قوم و ملّت کا
تو کچھ سامان کرلو اکتسابِ علم و دولت کا

نہ سمجھو قوم کو اک لفظ، یہ اک جسم زندہ ہے
کہ اک قانون ہو اس کے مرض کا اس کی صحت کا

یہ بڑھتی ہی یہ گھٹتی ہی یہ جیتی ہی یہ مرتی ہی
جو ہی افراد کا عالم وہی ہی حال ملّت کا

قوانینِ حیات و موت قوموں پر بھی نافذ ہیں
نہیں ہی اتفاقِ محض ہونا اک جماعت کا

بقائے قوم کو دُرکار ہے احساسِ جمعیّت
کہ ہو جکڑے ہوئے افراد کو رشتہ اخوّت کا
شکستہ ہے جو قصرِ قوم اِس کو پھر بنانا ہے
تجھے درپیش ہے تعمیر کرنا اس عمارت کا
نئے ایواں کا سامانِ عمارت بھی نیا ہو گا
بنے گا قصرِ قومی اب نرالی شکل و صورت کا
اساسِ ملک گیری پر تھا ایوانِ کہن قائم
بنا تھا اِس کا ڈھانچہ سنگ و خشتِ زور و قوّت کا

مگر اَب اقتصاد و علم بنیادِ تمدّن ہے
زمانہ ہے زراعت کا، صناعت کا، تجارت کا
ہوا جمہوریت کی چل رہی ہے سارے عالم میں
کہ حاکم خود بھی ہے محکوم دستورِ حکومت کا
بقائے قوم اور تعلیم کے اب ایک معنی ہیں
بس اَب تعلیم ہی پر فیصلہ ٹھیرا ہے قسمت کا
تکلّف بر طرف تعلیم ہی اَب سازِ ہستی ہے
فنائے قوم اَب لازم نتیجہ ہے جہالت کا

مسِ خام ست عقل و روحِ انساں علم اکسیرش
فلاحِ دین و دنیا خواب باشد۔ علم تعبیرش

نہ رنگِ زہد باقی ہے۔ نہ شانِ اتقّا باقی
مُسلمانوں میں اب ہے ادّعا ہی ادّعا باقی
نہ ایماں کی وہ قوّت ہے نہ ہمّت کی وہ رفعت ہے
نہ اگلا عزم باقی ہے نہ اگلا حوصلہ باقی
سلف کی خوبیاں ہم اپنے ہاتھوں آپ کھو بیٹھے
فقط اک رہ گیا ہے لافِ اوجِ ماسبق باقی

بہت کچھ نکتہ سنجی کی بہت معجز بیانی کی
مگر جو کام کرنا تھا وہ اب تک ہی پڑا باقی
عمل کا وقت ہی بس مشغلہ تقریر کا چھوڑو
کہ اب موقع نہیں ہی بحث و استدلال کا باقی
اگر کچھ کام کرنا ہی تو اب کر لو ابھی کر لو
کہ اب مطلق نہیں گنجائشِ چون و چرا باقی
نصیبِ دشمناں! مٹ ہی نہ جائے قوم کی ہستی
کمر باندھو کہ ہی کچھ وقت اب بھی کام کا باقی

اُٹھو اے نیند کے ماتو کہ سر پر آفتاب آیا

غضب ہے گر ہے اب بھی خوابِ نوشیں کا نشہ باقی

بہت سا وقت ضایع کر چکے ہو اب بھی جاگ اُٹھو

کہ تم سے قوم کو ہے۔ اب بھی کچھ کچھ آسرا باقی

سنبھل جاؤ کہ شاید اب بھی وقتِ کار باقی ہے

ابھی تو ابتدا ہی پڑی ہے انتہا باقی

کہیں ذکرِ تدابیرِ سفر سے راہ کٹتی ہے

قدم ہی جب نہ اُٹھے گا رہے گا راستہ باقی

نجاتِ قوم اِس میں ہے کہ ہو تعلیمِ عام ایسی
کہ اَن پڑھ رہ نہ جائے کوئی چھوٹا یا بڑا باقی

بیا جوشِ عمل را وقفِ کارِ قوم و ملت کن
زمانہ انتظارت کم کشد۔ برخیز و عجلت کن

(مکتبہ فقیر حقیر احمد علی ثریا رقم علیگڑھ)

یہ نظم جناب مولنا سیّد غلام بھیک صاحب

نیرنگ بی اے ایل ایل بی وکیل انبالہ نے

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ۳۲ ویں

اجلاس منعقدہ سورت میں پڑھی تھی جو اب

غریب مسلمان بچّوں کی تعلیمی امداد کے لیے بہ شکلِ

کتاب شایع کی گئی ہے

۲۰۲۶۲۳

قیمت آٹھ آنہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ

سلطان جہاں منزل صدر دفتر آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ